مکرم عبدالسمیع خاں صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب (کاٹھ گڑھی)

رفیق حضرت مسیح موعود کا ذکر خیر اور دینی خدمات

قسط اوّل

میرے دادا حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کی پیدائش 1883ء میں پشاور میں ہوئی۔آپ کے والد محترم محمد حسین خان صاحب پشاور میں ہی ملازم تھے اور اہلحدیث سے تعلق رکھتے تھے۔محترم دادا جان نے پشتو زبان وہیں سے سیکھی۔مکرم نیک محمد خان صاحب غزنوی اکثر بیان کیا کرتے تھے کہ آپ کے دادا جان پشتو بول لیتے تھے۔محترم دادا جان جس وقت لاہور میں زیر تعلیم تھے انہی دنوں حضرت مسیح موعود سفر لاہور اور جہلم پر تھے۔آپ بھی زیارت حضرت مسیح موعود کے لئے گئے۔ چونکہ سلسلہ کی کتب تو پہلے سے آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔لہٰذا آپ نے حضور سے ملاقات کی اور کچھ دنوں بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بیعت کرلی۔ (اخبار بدر جنوری 1903ء)

جب آپ کے والد محترم کو پتہ چلا کہ آپ نے بیعت کر لی ہے تو سخت برہم ہوئے اور خرچ بند کرنے کی دھمکیاں دیں اور خرچ بند بھی کر دیا۔ چنانچہ آپ تعلیم کو نامکمل چھوڑ کر قادیان آ گئے۔ ہمارے دادا جان کے بیعت کرنے کے بعد باقی خاندان بشمول ان کے والد محترم صاحب شامل سلسلہ احمدیہ ہوگیا۔

دعوت الی اللہ کا شوق

سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ خداتعالیٰ نے آپ کو خارق عادت جذبہ دعوت الی اللہ عطا فرمایا تھا۔آپ کاٹھ گڑھ کے امیر جماعت تھے اور ضلع ہوشیار پور کے نائب مہتمم دعوت الی اللہ بھی تھے۔آپ ہر ایک انجمن کا دورہ کرتے اور جلسوں کے ذریعے،بعض اوقات مرکز سے مربی منگوا کر دعوت الی اللہ کا کام کرواتے۔

ہمارے گاؤں کاٹھ گڑھ کے جنوب کی طرف گیارہ میل کے فاصلے پر ایک شہر روپڑ تھا۔ وہاں 60 فیصد آبادی مسلمان تھی۔ مگر احمدی کوئی نہیں تھا۔محترم دادا جان اکثر وہاں جاتے اور دعوت الی اللہ کرتے۔لیکن وہاں کے لوگ آپ پر پتھر پھینکتے، گالیاں دیتے اور جلسہ عام نہ ہونے دیتے۔

لیکن یہ دادا جان کا استقلال ہی تھا کہ جب کبھی قادیان سے کاٹھ گڑھ جاتے کوئی نہ کوئی مربی ساتھ لے کر جاتے۔لیکن مخالفین کی جانب سے مخالفت کا بازار گرم تھا۔لوگ ٹھہرنے کے لئے مکان نہ دیتے۔آپ کو سرائے میں ٹھہرنا پڑتا۔ آپ نے روپڑ ضلع انبالہ میں بہت کامیاب مناظرے کیے۔

ایک مرتبہ مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل اور گیانی واحد حسین صاحب کو بھی وہاں لے گئے۔ وہاں کی آبادی نے لیکچر نہ ہونے دیا۔آپ نے ایک وکیل کے مکان پر لیکچر کرایا (جو بعد میں خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے تھے) بعدازاں آپ نے ایک اور جلسہ مقرر کروا کر کے مرکز سے دو مربی منگوائے ایک مولوی محمد یار صاحب اور دوسرے مولوی عبدالغفور فاضل صاحب تھے۔ اس جلسے کے لئے بھی کمیٹی سے اجازت نہ ملی تو آپ نے ایک سکھ کی حویلی کرائے پر لی اور کھانے پینے کا سب سامان کاٹھ گڑھ سے لے گئے۔وہاں کثرت سے لوگ شامل ہوئے اور اکثریت پر سچائی کھل گئی لیکن ابھی اعلان کرنے سے گریز کرتے تھے۔ چونکہ حضرت مولوی عبدالسلام صاحب نے تہیہ کیا تھا کہ روپڑ میں جماعت احمدیہ کا قیام ضرور کریں گے۔ لہٰذا 50-60 افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔اس طرح روپڑ میں جماعت احمدیہ قائم ہوئی۔

(الحکم 28 جون 1934ء)

آپ کی دعوت الی اللہ کی کوششوں سے آپ کے بھائی مکرم عبدالمنان صاحب اور آپ کے چچازاد بھائی محترم بابو عبدالحی خاں صاحب بھی سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ روایات سے ثابت ہے کہ مندرجہ بالا دونوں بزرگان کو بھی رفقاء حضرت مسیح موعود ہونے کا شرف حاصل تھا۔

محترم دادا جان نے مختلف گاؤں اور چھوٹی جماعتوں میں خود دورہ کر کے دعوت الی اللہ کا کام سرانجام دیا۔ یہ آپ کی دعوت الی اللہ کا ہی نتیجہ تھا کہ کاٹھ گڑھ کے امام مسجد سید محمد علی شاہ صاحب جو سلسلہ کے سخت مخالف تھے نہ صرف جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت پائی بلکہ رفقاء حضرت مسیح موعود میں شامل ہونے کا شرف بھی پایا۔

ہر قسم کے جلسوں میں شمولیت اختیار کرتے، خواہ کسی بھی مذہب کا ہو۔آپ کی کوشش تھی کہ قادیان سے اچھے اچھے مربی کاٹھ گڑھ لے جائیں۔ چنانچہ حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت میر قاسم علی صاحب،حضرت شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نور،حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے گاہے بگاہے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے قادیان سے کاٹھ گڑھ پہنچ کر جلسے کرائے۔

محترم دادا جان کو دعوت الی اللہ کا اس قدر شوق تھا کہ بعض اوقات پیدل سفر طے کر کے میلوں تک (دعوت الی اللہ) کے لئے جاتے اور خدا کے فضل سے مثبت نتائج سامنے آئے۔بعض اوقات اگر کوئی پٹھان ہینگ وغیرہ بیچنے آتے تو آپ انہیں پشتو میں دعوت الی اللہ کرتے۔غرض دعوت الی اللہ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

آپ کی تعلیمی خدمات

محترم دادا جان ایک علم دوست انسان تھے اور اسی علم دوستی کی بناء پر آپ کی خواہش تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کو فروغ دیا جائے۔آپ نے خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم کو بہت اہمیت دی اور مختلف جگہوں پر سکول کھلوائے۔ کاٹھ گڑھ میں موجود سکول کی حالت درست کروائی اسے لوئر مڈل سکول سے اپر مڈل سکول کا درجہ دیا گیا۔ باوجود انتہائی تنگی کے زمانہ میں محترم دادا جان خود اپنی جیب سے تعلیم اور سکول کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے۔کاٹھ گڑھ کا سکول حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کی اپنی زمین میں ہی واقع تھا لیکن پھر بھی تعمیر کے لئے کافی رقم درکار تھی۔آپ بہت مقروض ہو گئے۔ اس لئے سکول کے دو کمرے رہن باقبضہ کر دیئے ان ہی سے دو روپیہ ماہوار کرایہ پر لیے گئے اور آہستہ آہستہ بعد میں روپے ادا کر دیئے اور کمرے آزاد کرا لئے۔ (الحکم 21 جون 1934ء)

کاٹھ گڑھ میں مڈل سکول کا آغاز

جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی عرض کیا گیا تھا کہ حضور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو فرما دیں کہ تعلیم الاسلام مڈل سکول کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھیں۔ چنانچہ 2 مارچ 1924ء کو حضرت صاحبزادہ صاحب کاٹھ گڑھ تشریف لائے۔ آپ سے ملاقات کے لیے اردگرد کی جماعتیں کریم پور، چک لوہٹ،حسن پور، سجووال، لنگڑولہ کریام، رائے پور وغیرہ وہیں جمع ہوگئیں۔

چنانچہ 3 مارچ 1924ء کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب نے تعلیم کی اہمیت اور اشاعت کے بارے میں مفصل تقریر کی۔ بعدازاں شام پونے پانچ بجے تعلیم الاسلام مڈل کی نئی عمات کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا اور دعا فرمائی۔آپ کی تشریف آوری سے جماعت کاٹھ گڑھ میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔

(الفضل قادیان 18 مارچ 1924ء)

اڈلٹ سکول

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب نے ایک اڈلٹ سکول کھولا ہوا تھا۔جس میں بڑی عمر کے لوگ تعلیم پاتے تھے۔جو سارا دن اپنی روزی کے لئے محنت کرتے اور رات یا بعد نماز فجر ایک گھنٹہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔

نائٹ سکول

اسی طرح نائٹ سکول بھی کھولا ہوا تھا۔ جو لوگ دن کو اپنی مجبوری کی وجہ سے تعلیم حاصل نہ کر سکیں وہ رات کو پڑھ سکتے تھے۔ان ہر دو سکولوں کو بھی گرانٹ ملتی تھی۔لیکن آپ کام خود کرتے تھے۔

واضح رہے کہ مندرجہ بالا ہر دو سکولوں میں خواتین کیلئے بھی علیحدہ اڈلٹ سکول، اور پرائمری سکول کھلے ہوئے تھے۔جس میں جوان اور بوڑھی خواتین رات کے وقت تعلیم حاصل کرتی تھیں۔

سوائے مڈل سکول کے باقی تمام سکولوں کو سرکاری گرانٹ ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ملتی تھی گویا اپنے مندرجہ ذیل سکول کھولے ہوئے تھے اینگلو ورنیکلر مڈل سکول، زنانہ پرائمری سکول، زنانہ اڈلٹ سکول، مردانہ اڈلٹ سکول، پرائمری نائٹ سکول، گاؤں جس کی آبادی 1931ء کی مردشماری میں 1788 تھی پوری دو ہزار بھی نہیں ہے آپ چلا رہے تھے۔ مندرجہ بالا تمام سکولوں میں بلاامتیاز احمدی وغیر احمدی تعلیم دی جاتی تھی۔ایک بورڈ ہاؤس بھی تھا جہاں قریب کے دیہات کے بچے رہائش پذیر ہوکر تعلیم حاصل کرتے تھے یہ سلسلہ آپ کی وفات کے بعد بھی جاری رہا خاکسار کے نانا چوہدری عبدالمنان خان صاحب، ہمارے چچا چوہدری عبدالرحمان صاحب فاضل، نیز خاکسار کے والد چوہدری عبدالرحیم خاں کاٹھ گڑھی نے قادیان آنے سے قبل بے لوث تعلیم عام کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

رپورٹ مجلس مشاورت 1928ء میں لکھا ہے۔

”کاٹھ گڑھ کا سکول خدا کے فضل سے جاری ہے اور باوجود سخت درجہ مالی تنگی کے مقامی جماعت اسے چلا رہی ہے۔دراصل یہ سکول زیادہ تر چوہدری عبدالسلام صاحب کی محنت،توجہ اور مساعی کا نتیجہ ہے چوہدری صاحب موصوف ہر قسم کی تنگی برداشت کر کے اس سکول کو چلا رہے ہیں اور افسوس ہے کہ مالی تنگی کی وجہ سے مرکزی محکمہ ابھی تک اس مدرسہ کی کوئی مالی امداد نہیں کر سکا۔ حال ہی میں اس مدرسہ کا جلسہ تقسیم انعامات تھا۔جس

کیلئے نظارت ہذا کی جانب سے مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو بھجا گیا۔ نیز کاٹھ گڑھ میں نائٹ سکول بھی ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت ص253 تا254)

خواتین کے حصول تعلیم کے لئے مساعی

محترم دادا جان نے خواتین میں علم کا شوق پیدا کرنے کے لئے انہیں علمی کارکردگی کی بناء پر اپنی گرہ سے انعامات دیتے رہتے۔ نیز خواتین کے لئے اڈلٹ سکول کھول کر گویا انہوں نے اس وقت کی خواتین پر عظیم احسان کیا تھا۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب خواتین کے لئے علم حاصل کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ نیز غریب طلباء کو کتابیں مفت مہیا کرتے تھے۔

رفاہ عامہ کے کام

محترم دادا جان نے اپنے مختصر عرصہ حیات میں مخلوق خدا کی بہبود کے لئے بہت کام کئے۔ جن میں سے چند ایک کی تفصیل پیش ہے۔

زنانہ بیت الذکر کی بنیاد

ہماری بیوت میں چونکہ خواتین بھی نماز جمعہ ادا کرتی ہیں۔ اس لئے جمعہ کے روز جگہ کافی نہیں ہوتی۔ آپ نے بیت الذکر سے ملحقہ جگہ جو نعمت اللہ خان صاحب مرحوم کی تھی خرید لی اور بیت کی بنیادیں رکھوا دیں۔ اس کی تکمیل کا کام ان کی وفات تک جاری تھا۔

بیت الذکر کا کنواں

ہماری بیت الذکر ایک اونچے ٹیلے پر واقع تھی اور وہاں پانی کی بہت تنگی تھی۔ اس ٹیلے کے ساتھ ہی نیچے بیت الذکر کی جگہ خالی پڑی تھی۔ آپ نے وہاں کنواں لگوانے کی تجویز دی۔ اس کام کے لئے سب سے پہلے آپ نے اینٹیں منگوائیں۔ تاکہ نمازیوں کو اینٹیں دیکھ کر توجہ اس طرف مبذول ہو جائے۔ اس کی بنیاد تو دادا جان کی زندگی میں رکھ دی گئی تھی اور کام شروع تھا مگر تکمیل آپ کی وفات کے بعد ہوئی۔

ملکانوں میں آپ کا کام

جن دنوں آگرہ متھرا کے علاقے میں آریہ ملکانوں کو شدھ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی جانب سے خط گیا کہ فوراً قادیان پہنچو۔ چنانچہ آپ اس وقت تمام کام چھوڑ کر ملکانوں میں چلے گئے اور پانچ ماہ تک وہاں رہے۔ چونکہ آپ کو ہندو مذہب سے کافی واقفیت تھی اور ہندی اور سنسکرت بھی جانتے تھے۔ اس لئے کوئی آریہ آپ کے مقابل نہ ٹھہرتا۔ آپ اکثر مباحثے کرتے۔ آپ وہاں بھی ملکانوں کے بچوں کو پڑھاتے رہے۔ وہاں کے لوگ کہا کرتے تھے ہمارے مولوی سے تمام پنڈت ڈرتے ہیں کیونکہ ہمارا مولوی ان کو شکست دے دیتا ہے آپ پانچ ماہ بعد حضور کے حکم کے مطابق واپس آ گئے۔

(الحکم 14 جولائی 1934ء)

تحریک شدھی میں خدمات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحریک شدھی کے ممبران وفد ثانی کے لئے جن 20/احباب کے اسماء منتخب فرمائے ان میں محترم دادا جان کا نام دوسرے نمبر پر یوں درج ہے۔

جناب مولوی چوہدری عبدالسلام خان صاحب فاضل ہندو لٹریچر کاٹھ گڑھی۔ ساتھ ہی حضور نے فرمایا بھائی عبدالرحیم صاحب آگرہ تک وفد کے امیر ہوں گے اور وہاں جا کر چوہدری صاحب کے سپرد کر دیں گے۔ اب بھی دعا کرتا ہوں اور عصر کے بعد بھی دعا کروں گا۔

(بحوالہ الفضل 29 مارچ 1923ء انوار العلوم جلد 7 ص219 تا220)

غریبوں کو عمدہ کھانا کھلانا

محترم دادا جان اکثر غریبوں کو عمدہ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جاٹ زمیندار جو احمدی تھا۔ ہمارے ہاں جمعہ پڑھنے آیا۔ اس وقت وہ اپنے گاؤں میں اکیلا ہی احمدی تھا۔ دھوپ میں گھبرایا ہوا تھا۔ پاؤں اور لباس دھول مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔ آپ نے جھٹ اس کے لئے عمدہ بستر کا انتظام کیا۔ اور ٹھنڈا شربت پلایا۔ عرض کیا گیا اباجی اس کے پاؤں دھول مٹی سے اٹے ہیں اور نفیس بستر خراب کر دیا۔ آپ نے فرمایا کبھی غریبوں کو بھی بستر عمدہ پر سلانا چاہئے۔ امیروں کے نزدیک عمدہ کھانوں اور اعلیٰ بستروں کی قدر نہیں ہوتی۔ اصل ثواب تو غریبوں کی خاطر مدارات کرنے کا ہے۔ یہ اکیلے ہی اپنے گاؤں میں احمدی ہیں۔ لہٰذا آپ نے دو تین قسم کا عمدہ کھانا تیار کر کے اسے کھلایا۔

آپ گرمیوں کے دنوں میں جب کبھی ہوشیارپور اور جالندھر جاتے۔ تو کافی برف لاتے اور یتیموں اور غریبوں میں تھوڑی تھوڑی تقسیم کرتے۔

آپ کے پاس غریب اور یتیم کثرت سے آتے اور آپ ان کے گزارہ کی کوئی نہ کوئی صورت نکال دیتے۔ (الحکم 14 جولائی 1934ء)

نکاح بیوگان

حضرت دادا جان اس زمانہ میں تھے جب بیوہ کا نکاح کرنا ایک جرم سمجھا جاتا تھا۔ آپ احادیث مبارکہ کے مطابق نکاح بیوگان کے لئے کوشش کرتے ہوئے بیوگان کے ورثاء کو خطوط لکھتے ان کو سمجھاتے اور قادیان سے مربی منگوا کر اس موضوع پر جلسے کراتے۔ آپ کی تحریک سے کئی بیوگان کے نکاح بھی ہوئے۔ (الحکم 21 جون 1934ء)

ذبح بقر

چونکہ ہندو مذہب میں گائے کی قربانی کو جرم سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا اس زمانے میں بھی ہمارے گاؤں میں کوئی مذبح نہیں ہوتا تھا اور بقرعید کے موقع پر جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے روپڑ انبالہ جانا پڑتا تھا۔ چونکہ راستے میں ہندوؤں کے گاؤں تھے اور فساد کا ہمیشہ ڈر رہتا تھا اور پولیس کا انتظام بھی کیا جاتا تھا۔

لیکن 1920ء کی بقرعید کے موقع پر ہمارے گاؤں کے ہندو اکٹھے ہو کر قربانی کے لئے لی جانی والی گائیں چھین کر لے گئے اور فساد ہو گیا۔ بعد میں پولیس نے موقع پر پہنچ کر بیچ بچاؤ کرایا۔ پولیس نے ان گائیوں کو کاٹھ گڑھ میں ہی دوسرے دن ذبح کرایا۔

چنانچہ اس دن سے ہمارے گاؤں میں ہی گائیں ذبح ہونے لگیں اور دادا جان نے ایک رجسٹر بنالیا۔ جس میں گائے ذبح کرنے کے متعلق تفصیلات درج کرتے۔

چنانچہ گاؤں کے نمبردار اس پر بہت خفا ہوئے۔ دادا جان ان کو جواب دیتے جب کوئی افسر یہاں آئے گا مجھے بلا کر لے جانا میں ان کو جواب دوں گا۔ ایک مرتبہ تھانیدار چودھری محمد طفیل صاحب نے دادا جان کو بلا کر پوچھا آپ یہاں گائے کیوں ذبح کرتے ہیں۔

دادا جان نے بہت دلیری سے جواب دیا کہ ہم گائیں ذبح کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ قانون کی رو سے ہمیں کوئی رکاوٹ نہ ہے ہم اپنی چاردیواری کے اندر کر سکتے ہیں۔

تھانیدار صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کوئی ریکارڈ ہے؟ تو دادا جان نے رجسٹر لا کر سامنے رکھ دیا جس میں یہ بھی درج تھا کہ ذبح بقر کی تمام رپورٹیں حکام بالا کو بھیجی جاتی رہیں۔

تھانیدار یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا گزشتہ کی باتیں چھوڑیں آئندہ کے لئے لکھ دیں کہ ہم یہاں ذبح نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا ہم ہرگز لکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم اپنی چاردیواری کے اندر گائے ذبح کریں گے اور اپنے ہندو بھائیوں کی دل آزاری بھی نہیں کریں گے۔

چنانچہ جب گورنمنٹ کو یقین ہو گیا کہ دونوں قوموں کے تعلقات اچھے ہیں۔ تو گورنمنٹ ہر سال بقرعید پر پولیس کو خود بھیجنے لگی۔ آپ کی وفات کے بعد لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ آپ نے اتنے بھاری کام کو کس طرح نبھایا۔ آپ کی رپورٹوں کا یہ اثر ہوا کہ کاٹھ گڑھ میں ذبح بقر کا دائمی حق قرار دے دیا گیا۔ (الحکم 28 جون 1934ء)

تلفی ٹڈی میں آپ کی مدد

1929ء یا 1930ء کا ذکر ہے کہ ہمارے علاقے میں اتنا ٹڈی دل آ گیا کہ افسروں کو اس کی تلفی کے لئے خاص کوشش کرنا پڑی۔ تمام پنجاب کے ہر ایک علاقے کے محکمہ سے گورنمنٹ نے آدمی لئے۔ یہ کام ایک ماہ تک برابر جاری رہا۔ ان کے انڈوں اور بچوں کو زمین کھود کھود کر تلف کیا جاتا۔ محترم دادا جان خود لڑکوں کے ساتھ مل کر تلفی ٹڈی میں مدد کرتے۔ مولوی فتح الدین ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت جالندھر ایک مرتبہ دورہ پر آئے اور دادا جان کو خود لڑکوں کے ساتھ کام کرتے دیکھ کر اور اپنی گرہ سے تیل خرچ کرتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ چونکہ آپ امیر جماعت کاٹھ گڑھ تھے اس لئے آپ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہر کام اپنی نگرانی میں کروائیں۔

(الحکم 7 جولائی 1934ء)

بدرسومات کے مٹانے کی کوشش

آپ بدرسوم مٹانے میں کثرت سے کوشاں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے والد محترم عبدالرحیم خان صاحب اور چچا محترم عبدالمومن خان صاحب کی شادی پر گردونواح کے احمدیوں کو آپ نے اپنے دعوت ولیمہ پر مدعو کیا۔ جاتے وقت انہوں نے آپ کو نیوتا دینا چاہا۔ آپ نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا میں نے آپ کو اس لئے تو نہیں بلایا تھا کہ ہمارے ہاں آ کر قیمتاً کھانا کھاؤ میں تو ایسی رسوم کو توڑنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کسی سے نیوتا نہ لیا اور نہ کوئی کام رسمی طور پر کیا۔

(الحکم 14 جولائی 1934ء)

آپ ایسی شادیوں میں شامل نہ ہوا کرتے تھے۔ جس میں باجا، ڈھول، ناچ گانا یا کسی اور قسم کا تماشا ہو۔ یہ شادی کیسی ہی قریبی رشتہ دار کی کیوں نہ ہو آپ شرکت نہ فرماتے، ابھی آپ سلسلہ احمدیہ میں شامل بھی نہ ہوئے تھے تو لغویات سے اجتناب کرتے تھے۔

نیز آپ مختلف علاقوں میں رہنے والوں کو خود پر فخر کرنے کی عادت کو ناپسند کرتے تھے۔ کیونکہ بعض لوگ دوسروں سے برتر سمجھتے تھے اور اپنی لڑکیاں ان کو نہ دیتے تھے۔ محترم دادا جان نے اس ذات پات کے رواج کو ختم کرتے ہوئے اس بدرسم سے نکالنے کے لئے جماعت کو ابھارا۔

(الحکم 7 جولائی 1934ء)



مکرم عبدالسمیع خاں صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب (کاٹھ گڑھی)

رفیق حضرت مسیح موعود کا ذکر خیر اور دینی خدمات

(قسط دوم آخر)

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی کاٹھ گڑھ میں آمد

وسط دسمبر 1908ء کا ذکر ہے کہ دادا جان نے کاٹھ گڑھ میں ایک نیا پختہ مکان دو منزلہ تعمیر کیا تھا۔ آپ کا منشاء تھا کہ خاندان حضرت مسیح موعود میں سے کسی کے دست مبارک سے اس کا افتتاح ہو۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور میر محمد اسحاق صاحب نے اس نئے مکان کا افتتاح کیا اور دعا بھی کروائی۔ اسی وقت مکرم دادا جان نے اس مکان پر تاریخ لکھ دی۔ جو تادیر قائم رہی۔

وفات

آپ خدمت دین میں ہمہ تن مصروف تھے اور روپڑ کے دعوت الی اللہ کے دورے سے واپس آ رہے تھے۔ کہ پاؤں میں کانٹا لگا۔ یہ زخم اتنا بڑھ گیا کہ بالآخر تقدیر مبرم کے سامنے ہار ماننا پڑی اور 19/ اکتوبر 1931ء کو 48 سال کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ جب کفن دفن کی تیاری ہونے لگی تو چودھری عبدالحئی خان صاحب نے فرمایا کہ نعش کو قادیان لے جانا چاہئے۔ حضرت صاحب کو نواں شہر سے تار دے دی تھی۔ آپ کی طبیعت اس روز علیل تھی آپ نے فرمایا صبح جنازہ پڑھاؤں گا اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو بھیجا کہ وہ نعش کا معائنہ کریں کہ صبح تک رہ سکتی ہے یا نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کر کے بتایا کہ نعش کا کچھ بھی نہیں بگڑا صبح تک رہ سکتی ہے۔ چنانچہ وفات کے تیسرے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے صبح 9 بجے جنازہ پڑھایا۔ قادیان کے لوگوں نے چہرہ دیکھا۔ چہرہ بشاش تھا اور کسی قسم کی بدبو نہ آتی تھی۔ آپ کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

(الحکم 14 جولائی 1934ء)

جلسہ سالانہ قادیان پر جانے والے علاقہ کے لوگ ایک جگہ جمع ہو جاتے تھے۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش (معاون ناظر دعوت الی اللہ قادیان) ولد چوہدری نور محمد صاحب مرحوم موضع حسن پور کلاں نزد کاٹھ گڑھ ذکر کرتے ہیں۔

''کہ قادیان جلسہ پر جانے کے لئے قافلوں میں آنے کا موقع ملا ہے۔ بعض دفعہ حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ اصرار کرتے کہ اڑمڑ ٹانڈہ سے قافلہ قادیان تک جانا مناسب ہے اس طرح زیادہ ثواب ہوگا۔ اس لئے بعض دفعہ پچیس تیس مردوں کا قافلہ وہاں اتر پڑتا۔ چوہدری عبدالسلام صاحب لیمپ لئے آگے آگے چلتے اور ''چلو قادیان شریف جانے والے'' کی آواز دیہات میں سے گزرتے ہوئے بلند کرتے جاتے۔ راستہ میں کسی جگہ قافلہ خود ہی کھانا تیار کر کے کھاتا موضع ہرچوال پہنچ کر عصر کی نماز ادا کی جاتی اور قادیان میں داخل ہوتے اس وقت چوہدری عبدالسلام صاحب دعا کراتے۔ اس طرح چالیس میل کا فاصلہ دس گیارہ گھنٹوں میں طے کر کے قافلہ قادیان پہنچتا۔

اور بقیہ قافلہ حاجی صاحب کے ساتھ بذریعہ گاڑی قادیان پہنچتا۔

(صفحہ 132 حاشیہ رفقاء احمد جلد دہم)

حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ کا اظہار افسوس

الفضل قادیان مورخہ 27/ اکتوبر 1931ء میں بعض جماعتوں کی دعوت الی اللہ کی کارگزاریوں میں ہوشیار پور جماعت کا لکھا کہ چوہدری عبدالسلام صاحب مہتمم دعوت الی اللہ نے 6 مواضعات کا دورہ کیا اور تنظیم کی ساتھ ہی نوٹ درج ہے۔

''میں رپورٹ ہذا کی مندرجہ بالا دو سطریں پڑھ چکا تھا کہ مجھے خبر ملی ہے ابھی تار پہنچا ہے کہ چوہدری صاحب موصوف فوت ہو گئے ہیں۔ اس اچانک غمناک خبر کا صدمہ میرے دل پر نہایت گہرا ہوا اور میرے آنسو پھوٹ پڑے بوجہ اس تعلق کے جو چوہدری صاحب مرحوم نے دعوت الی اللہ میں کمال اخلاص، تہذیبی اور پیدل سفر کی تکلیف برداشت کر کے نظارت ہذا کے ساتھ پیدا کیا تھا۔ بلا ریب میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ مرحوم کو فکر اور اہتمام اس نظارت کے کارکنوں کے کسی طرح بھی کم نہ تھا بلکہ ان کا جوش کچھ اور بڑھا ہوا تھا۔ پرسوں مجھے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا پاؤں زخمی ہو گیا ہے اور اب وہ لاچار بستر پر پڑے ہیں تین ماہ کے رخصت دی جائے۔ فلاں صاحب ان کے قائم مقام ہوں گے۔ مگر یہ علم نہ تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ کیا کاٹھ گڑھ کی زمین میں ان کا کوئی جانشین میدان دعوت الی اللہ کے میں کھڑا نہ ہوگا۔ وہ میرے بازو تھے جو نہ معلوم کب ملے۔

(بحوالہ الفضل قادیان 27/ اکتوبر 1931ء)

حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری بیان کرتے ہیں ''مکرم جناب چوہدری عبدالسلام صاحب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس حیات مستعار کو کبھی اپنا نہیں سمجھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر ہمیشہ برمحل خرچ کرتے رہے۔ چوہدری صاحب موصوف دوآنبہ جالندھر کی ان چند ہستیوں میں سے ایک تھے جو اس علاقہ میں احمدیت کے مستقبل کی شاندار عمارت کے معمار تھے۔ میں ان کو اپنے بچپن سے جانتا ہوں وہ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ خدا نے علم، سمجھ اور فراست بھی بہت اچھی عطا کی تھی۔ اس لئے اخلاص اور علم نے مل کر ایک خوبصورت شکل اختیار کر لی تھی۔ وہ بہت ہی منکسر المزاج واقع ہوئے تھے اگر میں یہ کہوں کہ وہ بہت سے مخلصین سے بھی آگے تھے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں۔ ان کی مؤمنانہ سادگی اور انکسار کو دیکھ کر ناواقف آدمی بھی خیال نہ کر سکتا تھا کہ آپ راجپوت ہیں۔ کبرانانیت اور بڑائی کا احساس تک نہ تھا اپنی قوم میں سے بعض خلاف شرع رواجات کے دور کرنے میں نہایت مردانگی سے تکالیف کا مقابلہ کیا۔ خدا تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے اور ان کے مدارج جنت میں بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ چوہدری صاحب کی مذہبی اور اخلاقی خوبیوں اور مخلصانہ تعلقات کی بناء پر ان کی وفات سے سخت صدمہ ہوا''۔

(بحوالہ قادیان الفضل 17 دسمبر 1931ء)

رئیس آف سٹروعہ

مندرجہ بالا عنوان کے تحت محترم غلام قادر خاں صاحب و رفیق حضرت مسیح موعود کی تحریر مورخہ 29/ اکتوبر 1931ء کے الفضل قادیان میں درج ہے۔ ''حضرت مولوی عبدالسلام صاحب حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے تھے۔ اس علاقہ میں اور کاٹھ گڑھ میں جو خدمت آپ نے سرانجام دی ہمیشہ یاد رہے گی۔ آپ کی ہمدردی کا دائرہ ہر خاص و عام کے لئے وسیع تھا۔ ایک شفاخانہ اسی غرض کے لئے کھولا ہوا تھا۔ آپ کی زندگی ایک مسافر کی مانند درویشانہ تھی آپ نے اس تھوڑی سی زندگی میں عظیم الشان کام کیا۔ جو بعد میں آنے والوں کے لئے ایک نمونہ ہے۔

نیز تمام جماعتوں کی خدمت میں عرض ہے کہ مرحوم کے لئے نماز جنازہ پڑھیں اور ان کے پسماندگان اور جماعت کاٹھ گڑھ کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

(بحوالہ الفضل قادیان 29/ اکتوبر 1931ء)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا خط

خاکسار راقم اگست 1965ء میں ڈیوس روڈ پر نواب عباس احمد خان صاحب کی کوٹھی پر مکرم نواب فاروق احمد خان صاحب کو پڑھانے کے لئے ایک ماہ کے لئے قیام پذیر تھا۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بھی وہاں قیام پذیر تھیں۔

خاکسار نے دعا کی غرض سے سیدہ موصوفہ کو خط لکھا اور اپنے دادا جان حضرت چوہدری عبدالسلام کاٹھ گڑھی کا حوالہ دیا تو آپ نے جو جواب عطا فرمایا۔ تحریر خدمت ہے۔

آپ کا پرچہ ملا۔ دعا پیشتر ہی اولاد (رفقاء) کے لئے خصوصیت سے کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا بخشے۔ آمین! دعا کروں گی انشاء اللہ آپ کے دادا صاحب کی تحریر بھی مجھے یاد ہے اور صورت بھی۔ حضرت مسیح موعود کے پاس ان کے خط کثرت سے آتے تھے دعا کے لئے۔

اور میں آپ کی ڈاک چونکہ اکثر پاس بیٹھے دیکھا کرتی تھی تو بار بار دیکھنے کی وجہ سے یاد رہ گیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں لکھے گئے خطوط مکرم عبدالرحمٰن انور صاحب پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح الثانی نے ہمارے گھر 1907ء ڈاک سے بھجوائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت اقدس میں عرض ہے کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک اعمال کی توفیق دے اور مجھ سے خوش ہو جائے اور پھر ناراض نہ ہو۔ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

عبدالسلام

کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور

حال مقیم قادیان شریف دارالامان

ایک عدد پوسٹ کارڈ دادا جان کا تحریر کردہ 1911ء دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ریکارڈ سے ملا۔ جس میں آپ نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب کو مخاطب کر کے لکھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے قادیان میں بھائی صاحب عبدالحئی خان صاحب کی طرف سے تار ملی تھی کہ میں دہلی دربار جاتا ہوں اور تم ہمشیرہ کو کاٹھ گڑھ چھوڑ جاؤ اس لئے میں ہمشیرہ کو یہاں کاٹھ گڑھ چھوڑنے آیا مگر یہاں رشتہ داروں کے مجبور کرنے پر ایک ماہ کی رخصت 6 نومبر تک حاصل کی ہے آپ میرے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی اور خوش ہو جاوے اور پھر ناراض نہ ہو۔ ہر ایک کام ثواب اور اخلاص کے ساتھ اس کے لئے ہو ضرور بضرور دعا فرماویں۔

بخدمت مولوی فاضل سید صاحب کو السلام علیکم۔عبدالسلام کاٹھ گڑھ

(سید صاحب مراد غالباً سید سرور شاہ صاحب ہوں گے۔)

دادا جان مرکز سے تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ پھر بھی آپ نے اطلاع دینا مناسب خیال کیا۔

میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی مکرم عبدالقادر صاحب آف سجووال کے حالات زندگی لکھتے ہوئے ذکر کرتے ہیں۔

''مجھے 1929ء یا 1930ء کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم جو ایک بڑے صاحب کو رسوخ اور اچھی حیثیت کے زمیندار تھے اور ہندو مذہب سے بڑے واقف اور اپنے مذہب سے نہ صرف واقف بلکہ عامل بزرگ تھے انہیں جب میرے متعلق علم ہوا تو اپنے ایک مقدمہ میں پیروی کے لئے مجھے ہوشیار پور لے گئے۔ حالانکہ پہلے ایک اچھا وکیل مقرر کیا ہوا تھا۔ مرحوم کے مدنظر صرف یہ تھا کہ ایک احمدی وکیل کا تعارف ہو جائے مرحوم اپنے ظاہری لباس سے اس درجہ بے نیاز تھے کہ راستہ میں ایک جگہ کانٹوں سے الجھ کر ان کی شلوار پھٹ گئی۔ تو کیکر کے کانٹوں سے عارضی طور پر اسے جوڑ لیا اس بات سے بالکل بے پرواہ کہ لوگ کیا کہیں گے کام پر چل پڑے''۔ (الفضل 21 جون 1966ء صفحہ 4)

مکرم مولوی عبدالقادر صاحب سجووال دادا جان کے خاص ساتھی تھے جب ربوہ تشریف لاتے ہمارے گھر میں ضرور لمبی دعا کرتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب کبھی کاٹھ گڑھ کا ذکر آتا تو دادا جان حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب کا ذکر ضرور کرتے۔

''1954ء میں جماعت دہم کی الوداعی تقریب میں حضور بنفس نفیس سکول تشریف لائے۔ بورڈنگ ہاؤس کے صحن میں جانب مشرق دھم کے سب طلباء قطار میں کھڑے تھے۔ خاکسار راقم (عبدالسمیع) جماعت دہم کا امتحان دینے والا تھا۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحب بی ایس سی۔ بی ٹی ہمارے استاد ہر طالب علم کا تعارف کرواتے جاتے تھے۔ جب خاکسار کی باری آئی اور بتایا کہ یہ چوہدری عبدالرحیم خان صاحب کاٹھ گڑھی کے بیٹے ہیں۔ تو فوراً دادا جان کا نام حضور کے ذہن میں آ گیا۔ فرمایا کہ وہ میرے کلاس فیلو تھے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس اکثر خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے قبل پڑھا کرتے تھے)

اسی طرح خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 1957ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک واقعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

''مجھے یاد ہے کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور کے ایک دوست عبدالسلام صاحب میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے وہ کاٹھگڑھ واپس گئے تو انہوں نے ایک پرائمری سکول بنایا بعد میں وہ مڈل ہو گیا۔ ان کے دو بیٹے اس وقت ربوہ میں ملازم ہیں۔ پھر حضور نے ایک ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا۔

چوہدری محمد عبداللہ صاحب درویش قادیان کے ایک خط کا اقتباس 12/2/68 کا لکھا ہوا۔

والد صاحب چوہدری عبدالرحیم خاں کاٹھگڑھی کے نام

''میں آپ کے محبت اور خلوص کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے محترم استاذی المکرّم چوہدری عبدالسلام صاحب کی اولاد کو احمدیت والا خلوص عطا کیا ہے یہ ان کی دعاؤں اور تربیت کا ہی نتیجہ ہے۔ میں اس بات سے ہمیشہ ہی متاثر ہو کر آیا ہوں اللھم زد فزد''۔

مکرم چوہدری محمد عبداللہ صاحب درویش قادیان حسن پور ضلع ہوشیار پور کے تھے۔ یہ اور ان کے بھائی کاٹھ گڑھ میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 ص 223)

مختلف مذاہب کے ماہرین بننے کے لئے ارشاد فرمایا مثلاً ہندو مذہب کے لئے مہاشہ ملک فضل حسین صاحب سکھ مذہب کے لئے چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی۔

آخر میں درج ہے کہ چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی نے رد تحریک شدھی ملکانہ میں سرگرم حصہ لیا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دادا جان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بھی وہ تمام کام کرنے کی توفیق دے۔ جو دادا جان نے اس مختصر عرصہ حیات میں انجام دیئے۔ دعا ہے کہ ؎

آسماں تیری لحد پہ نور افشانی کرے
رحمت حق یاں بھی تمہاری نگہبانی کرے

(آمین)

حکیم دین محمد صاحب راہوں ضلع جالندھر حال دارالرحمت وسطی ربوہ کا دادا جان کے بارے میں منظوم کلام ؎

سوئے جنت چل دیئے جب چوہدری عبدالسلام
خود فرشتوں نے بتایا ان کو جنت کا مقام
پاک نفس و پاک خلق پاک خصلت پاک خو
تھے مجسم خلق احمد چوہدری عبدالسلام
سادگی کا عمر بھر ہی وہ درس دیتے رہے
قائل پیہم عمل تھے چوہدری عبدالسلام
وقت مہدی جس نے پایا وہ منور ہو گیا
صحبتِ حضرت سے کندن ہو گئے عبدالسلام
فخر قوم راجپوتاں معنوی انداز میں
خدمت ملت سے آخر بن گئے عبدالسلام
تاقیامت ان کے حق میں تیرے بندوں کی دعا
اے خدا ہوتی رہے ملتی رہے ان کو جزاء

(آمین)

مشعل راہ

عائلی معاملات میں بھی خیانت سے بچیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 6 فروری 2004ء میں فرماتے ہیں۔

پھر میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ شمار ہوگی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے پھر وہ بیوی کے پوشیدہ راز لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی نقل الحدیث)

اب میاں بیوی کے بہت سے جھگڑے ہیں، جو جماعت میں آتے ہیں، قضا میں آتے ہیں، خلع کے یا طلاق کے جھگڑے ہوتے ہیں اور طلاق ناپسندیدہ فعل ہے۔ بہرحال اگر کسی وجہ سے مرد اور عورت میں نہیں بنی تو مرد کو حق ہے کہ وہ طلاق دے دے اور عورت کو حق ہے کہ وہ خلع لے لے۔ اور بعض دفعہ بعض باتیں صلح کروانے والے کے سامنے بیان کرنی پڑتی ہیں۔ اس حد تک تو موٹی موٹی باتیں بیان کرنا جائز ہے لیکن بعض دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے علاوہ دیگر رشتہ دار بھی شامل ہو جاتے ہیں جو ایک دوسرے پر ذاتی قسم کے الزامات لگا رہے ہوتے ہیں۔ جن کو سن کر بھی شرم آتی ہے۔ اب میاں بیوی کے تعلقات تو ایسے ہیں جن میں بعض پوشیدہ باتیں بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ تو جھگڑا ہونے کے بعد ان کو باہر یا اپنے عزیزوں میں بیان کرنا صرف اس لئے کہ دوسرے فریق کو بدنام کیا جائے تا کہ اس کا دوسری جگہ رشتہ نہ ہو۔ تو فرمایا کہ اگر ایسی حرکتیں کرو گے تو یہ بہت بڑی بے حیائی اور خیانت شمار ہوگی اور خائن کے بارہ میں انذار آئے ہیں کہ ایک تو خائن مومن نہیں، مسلمان نہیں اور پھر جہنمی بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت سے شادی کے لئے مہر مقرر کیا اور نیت کی کہ وہ اسے نہیں دے گا تو وہ زانی ہے اور جس کسی نے قرض اس نیت سے لیا کہ ادا نہ کرے گا تو میں اسے چور شمار کرتا ہوں۔ (مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 131)

اب دیکھیں حق مہر ادا کرنا مرد کے لئے کتنا ضروری ہے۔ اگر نیت میں فتور ہے تو یہ خیانت ہے، چوری ہے۔

پھر بعض لوگ قرض لے لیتے ہیں۔ اور بعض لوگ تو عادی قرض لینے والے ہوتے ہیں۔ پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے وسائل اتنے نہیں کہ ہم میں یہ قرض واپس کر سکیں۔ لیکن پھر بھی قرض لیتے چلے جاتے ہیں کہ جب کوئی پوچھے گا کہہ دیں گے کہ ہمارے پاس تو وسائل ہی نہیں، ہم تو دے ہی نہیں سکتے۔ اپنے اخراجات پر کنٹرول ہی کوئی نہیں ہوتا۔ جتنی چادر ہے اتنا پاؤں نہیں پھیلاتے اصل میں نیت یہی ہوتی ہے پہلے ہی کہ ہم نے کون سا دینا ہے۔ بے شرموں کی طرح جواب دے دیں گے۔ یہاں جو قرض دینے والے ہیں ان کو بھی بتا دوں کہ بجائے اس کے کہ بعد میں جھگڑے ہوں اور امور عامہ میں اور جماعت میں اور خلیفۂ وقت کے پاس کیس بھجوائیں کہ ہمارے پیسے دلوائیں تو پہلے ہی سوچ سمجھ کر، جائزہ لے کر ایسے لوگوں کو قرض دیا کریں۔ یا تو اس نیت سے دیں کہ ٹھیک ہے کہ اگر نہ بھی واپس ملا تو کوئی حرج نہیں۔ یا پھر اچھی طرح جائزہ لے لیا کریں کہ اس کی اتنی استعداد بھی ہے، قرض واپس کر سکتا ہے کہ نہیں۔

پھر ایک دوسری روایت میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اس نیت سے کوئی چیز خریدتا ہے کہ وہ اس کی قیمت ادا نہ کرے گا تو جس دن وہ مرے گا وہ خائن ہوگا اور خائن جہنمی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 131)

(روزنامہ الفضل 26 مئی 2004ء)